© rasailojaraid.com

سرخ پوشانِ احرار ایوانِ محمود کے سامنے

ابن عالم

بارہ ربیع الاوّل کا دن میری زندگی میں یوں ہی آتا رہے جیسا کہ اس بار آیا۔ ''روح پرور'' کے لفظ کو پامال ہوتے ہوئے بہت دیکھا ہے، مگر اس لفظ نے پہلی بار ایک ایسے روحانی تجربے سے گزرا کہ تین دن ان الفاظ کی تلاش میں بیت گئے، جو دل کی ناقص ہی سہی، مگر ترجمانی کر پائیں۔

چناب نگر (سابق ربوہ) نامی ''قادیانی ریاست'' میں واقع مسلمانوں کی واحد مسجد میں قافلہ اترا تو عقل دنگ رہ گئی۔ اسٹیج پر خطبائے احرار فتنۂ قادیانیت کے تعاقب میں تھے اور قائد احرار مسجد کے ایک گوشے میں پڑی بوسیدہ سی چارپائی پر بیٹھے ہر آنے والے کو مرحبا کہہ رہے تھے۔

ایک قدم آگے کو بڑھایا تو چشمِ حیراں نے امیرِ شریعت کی تیسری نسل کو ''پدرم سلطان بود'' کے غرور سے بے نیاز خلقِ خدا کی خدمت میں جتا ہوا دیکھا۔ دماغ میں بے ترتیب سے سوالات و خیالات کا ایک منہ زور طوفان اٹھا ہوا تھا، ہونا یہ چاہیے تھا کہ امیر شریعت کی شبیہ اور فرزند سید عطاء المہیمن شاہ بخاری قیمتی سا جبّہ زیب تن کیے اونچی مسند پر براجمان ہوتے، سر پر ریشمی عمامہ سجا ہوتا اور شاہ جی کے پوتوں، نواسوں کے جسموں پر لشکارے مارتا جاپانی لٹھا ہونا چاہیے تھا۔ سب برعکس نکلا۔ حضرت شاہ جی کا پورا خانوادہ خدا کی اسی زمین پر تھا، جس پر مجلس احرار کے غریب الدیار کارکن کھڑے تھے۔ چلتے پھرتے ایک جیسے انسانوں میں بس ان کا درویشانہ بانکپن تھا، جو کسی عظیم نسبت کی خبر دے رہا تھا۔

''صاحبزادگان'' کا یہ عجیب کنبہ ہے، جو پڑھنے لکھنے اور پڑھتے رہنے پر یقین رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ جی کی اس نسل میں یہ خوبی ملی کہ وہ دنیا کو حقیقت کی آنکھ سے دیکھتی ہے۔

سید کفیل شاہ بخاری نے اردو ادب کے حوالے سے بخاری خاندان کے ذوق کا تجزیہ کیا تو حیرت بڑھتی ہی چلی گئی۔ ماحول پر جب ادب ہی ادب چھا گیا تو ذہن کی اسکرین پر شاہ جی کی معجز بیانی کا تصور انگڑائی لینے لگا، آپ بھی حضرت شاہ جیؒ کی سحر انگیز خطابت کا ہلکا سا لطف اٹھایئے:

''تصویر کا ایک رخ تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ کمزوریاں اور عیوب تھے، اس کے نقوش میں توازن نہ تھا، قد و قامت میں تناسب نہ تھا، اخلاق کا جنازہ تھا، کریکٹر کی موت تھی، سچ کبھی نہ بولتا تھا، معاملات کا درست نہ تھا، بات کا پکا نہ تھا، بزدل اور ٹوڈی تھا، تحریر اور تقریر ایسی کہ پڑھ کر متلی آنے لگے، لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی کمزوری نہ بھی ہوتی، وہ مجسمۂ حسن و جمال ہوتا، اس کے قویٰ میں تناسب ہوتا، چھاتی پینتالیس انچ کی، کمر ایسی کہ سی آئی ڈی کو بھی پتا نہ چلتا، بہادر بھی ہوتا، مرد میدان ہوتا، کریکٹر کا آفتاب اور خاندان کا ماہتاب ہوتا، شاعر ہوتا، فردوسیٔ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت ہوتا، ابوالفضل اس کا پانی بھرتا اور خیام اس کی چاکری کرتا، غالب اس کا وظیفہ خوار ہوتا، انگریزی کا شیکسپئر اور اردو کا ابوالکلام ہوتا، پھر نبوت کا دعویٰ کرتا، تو کیا ہم اسے نبی مان لیتے ؟''

پروگرام کا شیڈول سنا تو ایک سوال نے مسلسل پریشان کیے رکھا کہ چناب نگر جیسا علاقہ جو ریاست کے اندر قادیانیوں کی ایک ریاست ہے، اس میں طویل دورانیے کا ایک غیر معمولی جلوس نکالنا کیا خلافِ عقل نہیں ہے؟

نمازِ ظہر کے بعد سرخ پوشانِ احرار کا جلوس سرخ ہلالی پرچم تھامے مرزا محمود کی رہائش گاہ اور قادیانیوں کے ہیڈ کوارٹر ایوانِ محمود کی طرف روانہ ہوا، تاحد نگاہ چنگ چی رکشوں کی ایک منظّم قطار تھی، جسے چاق و چوبند ڈنڈا بردار احرار رضا کاروں نے حیرت انگیز طور پر بالکل خطِ مستقیم پر رکھا ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ایوانِ محمود روڈ پر سروں کا سمندر امڈ آیا تھا۔ خاموشی ایسی کہ جیسے مجمع کو سانپ سونگھ گیا ہو اور نظم وضبط ایسا کہ پتوں تک کو بھی شکایت نہ ہو۔

سید کفیل شاہ بخاری نے قادیانیوں کو دعوت اسلام دینے کی غرض سے روح میں اتر جانے والا مسحور کن خطبہ پڑھا، وہی شاہ جی کی جھلک۔ عبداللطیف خالد چیمہ صاحب نے بھی خطاب کیا اور آخر میں شاہ جی کی یادگار سید عطاء المہیمن شاہ بخاری قادیانیوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے شاہ جی کی پرجلال شبیہ کے ساتھ خطاب کے لیے کھڑے ہوئے تو عجیب سماں بندھ گیا۔ شاہ جی پر ہیبت نگاہیں براہ راست ایوانِ محمود پر پڑتی تھیں، آج کے اس صحیح معنوں میں روح پرور اجتماع کا کرشمہ تھا کہ میں پہلی بار پورے انہماک کے ساتھ شاہ جی کے تصور میں کھو چکا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ پسِ مرگ بھی غرورِ عشق کا بانکپن مرد قلندر کے چہرے سے عیاں ہے اور اس مرد قلندر کی زندہ تصویر ربوہ کے مکینوں کو درد سے پکار رہی ہے کہ ''اے قادیانیوں! تم ہماری گم شدہ متاع ہو، تم ہمارے قافلے سے بچھڑ جانے والے وہ مسافر ہو، جنہیں دشمن نے ہم سے جدا کر دیا ہے، ہم تمہیں واپس بھلائی کے راستے پر بلاتے ہیں، وہ راستہ جو دنیا وآخرت کی فلاح کا ضامن ہے۔''

صبح سے شام تک جاری رہنے والا یہ پروگرام دعا کے مرحلے میں داخل ہوا تو میرے سوال کا جواب مل چکا تھا۔ جواب یہ تھا کہ اگر قیادت نہ چاہے تو ہنگامہ فساد کے امکانات جنم نہیں لے سکتے۔ صبح سے شام تک جتنے بھی مقررین آئے، انہوں نے کف اڑانے اور گریبان چاک کرنے کی بجائے اس بات کو ترجیح دی کہ اپنا نکتہ نظر سامعین کو سمجھایا جائے۔ جذبات کی سستی تجارت کی بجائے واضح پیغام پہنچانے کا مشکل کام کیا گیا۔ منتظمین ایسے چوکس کہ جہاں ماحول کا درجہ حرارت حد سے تجاوز کرتا وہیں بروقت اسے کنٹرول کر لیا جاتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طویل دورانیے کے جلوس میں سامعین بھی ''فرما گئے یہ ہادی، لا نبی بعدی'' کے نعرے سے آگے نہیں گئے۔

عنوان براہِ راست رسالت مآب کی ذات اقدس ہو، چاہنے والے شاہ جی کے ہوں، مقام بھی ربوہ چناب نگر ہو، سامنے ایوانِ محمود ہو، اس کے باوجود فضا میں دھواں ہوا اور نہ ماحول میں بے جا تلخی...... کیا یہ حیران کن نہیں ہے؟ جی یہ حیران کن ضرور ہے مگر مشکل بالکل بھی نہیں ہے اور ہمارے قائدین کے لیے یہ ممکن اس وقت تک ناممکن رہے گا، جب تک وہ تنقید اور توہین کے بیچ حائل باریک پردے پر لکھی تہذیب کا نوشتہ بغور نہ پڑھ لیں۔ مذاق کرنے اور مذاق اڑانے کی تمیز جب تک نہ لوٹ آئے، شائستگی کی متاع گم گشتہ ایک خواب ہی رہے گی۔ (بشکریہ روزنامہ اسلام، ۹ رفروری ۲۰۱۲ء)

© rasailojaraid.com